چند روز نینی تال میں

سال بھر کے تھکے ہوئے دماغ کو آرام دینے کے لیے تاکہ وہ پھر از سر نو تازہ ہو کر آئندہ سال کے لیے آمادہ ہو جائے، میں امسال نینی تال گیا تھا۔ ۱۲ مئی کی شام کو لکھنؤ ایکسپریس سے روانہ ہو کر بارہ بجے شب کے بعد بریلی پہنچا، وہاں اسٹیشن پر محب صادق مولانا حکیم صدیق احمد صاحب امروہی اپنے ایک دوست کے ساتھ تشریف فرما تھے، اُن کی معیت میں حکیم صاحب موصوف کے مکان پر آیا۔ حکیم صاحب موصوف کے پدر بزرگوار مولانا حکیم مختار احمد صاحب بریلی کے رئیس اور نہایت حاذق و ماہر فن طبیب ہیں۔ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے نہایت محبوب شاگرد ہونے کی وجہ سے "قاسم ثانی" کہلاتے تھے، اُن سے حکیم صاحب قبلہ نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی ہے۔ آپ کو دینیات کے علاوہ فلسفہ و منطق سے خاص دلچسپی رہی ہے۔ اب مطب کی راحت سوز مصروفیتوں کے باعث کتابیں پڑھنے اور دیکھنے کی فرصت نہیں ہوتی تاہم قاضی اور حمد اللہ کی عبارتیں اب بھی بر نوک زباں ہیں۔ اور کوئی علمی بحث ہوتی ہے تو اس میں ایک مبصر کی حیثیت سے شریک ہوتے ہیں۔ جناب موصوف کے فرزند ارجمند مولانا حکیم صدیق احمد امروہی علم و عمل کے اعتبار سے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہٖ کی سچی تصویر ہیں۔ آپ طب میں خاص درک و کمال رکھتے ہیں، کتب بینی کا آپ کو بہت شوق ہے۔ اپنے ذوق کے مطابق آپ نے طب، فلسفہ و منطق، تاریخ، ریاضی، تفسیر و حدیث کی بعض بڑی بڑی نادر قلمی کتابیں بصرفِ زرِ کثیر جمع کی ہیں۔ ان نوادر مخطوطات کے علاوہ آپ کے پاس پرانے سکے اور قدیم ظروف بھی ہیں۔ میں نے صبح کو چاء کے بعد کتابیں دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو ایک الماری کھول دی گئی

شدید گرمی اور وقت کی تنگی کے باعث اس الماری کی تمام کتابیں بھی نہیں دیکھ سکا۔ تاہم سرسری اُلٹ پلٹ میں جو بعض نادر کتابیں نظر سے گذریں اُن کے نام یہ ہیں۔

(۱) "تنقیح المناظر" یہ کتاب علم المرایا والمناظر پر ہے۔ اس کے دو مکمل قلمی نسخے موجود ہیں۔

(۲) المرایا والمناظر لابن ہیثم۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکی ہے لیکن حکیم صاحب کے پاس اس کا قدیم قلمی نسخہ ہے اور مطبوعہ نسخہ سے زیادہ صحیح ہے۔ مطبوعہ نسخہ میں صرف ۱۰۳ شکلیں ہیں اور اس میں ۳۰۲، بعض شکلوں کی تصحیح خود حکیم صاحب نے کی ہے۔

(۳) کتاب الاکر لدو تیاوس۔

(۴) شرح مقاصد لسعد الدین تفتازانی صرف جلد اول ہے اور مصنف کے خود اپنے قلم کی نوشتہ ہے۔

(۵) شرح فصوص الحکم از مسعود سالار غازی مصنف کے اپنے قلم کی نوشتہ ہے

(۶) قرآن مجید حضرت شیخ سعدی شیرازی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، حاشیہ پر طلائی کام ہے۔

(۷) کتاب السموم لارسطو۔ قدیم نسخہ ہے۔ ساتویں یا آٹھویں صدی ہجری کا لکھا ہوا۔

شام کے وقت حکیم صاحب کی معیت میں مجھی مولانا محمد منظور نعمانی اڈیٹر الفرقان کے مکان پر حاضر ہوا۔ آں موصوف کی سادگی، اور اخلاص دیکھ کر دیوبند کے عہد طالب علمی کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا۔ باربار منع کرنے کے باوجود اُنھوں نے شیرینی اور چاء سے تواضع کی۔ دو تین گھنٹے تک ملک کے موجودہ مسائل سے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ مولانا موصوف ہندوستان کے مشہور مناظر تھے لیکن اب اُنھوں نے غالباً اس سے توبہ کر لی ہے۔ اور مسلمانوں کی تعمیری اصلاح کی کوششوں اور اُس کے ذرائع کے غور و فکر میں لگے رہتے ہیں۔

بریلی سے حکیم صاحب موصوف بھی نینی تال چلنے کے لیے آمادہ ہو گئے چنانچہ شب میں ایک بجے کی

لہ میں نے اس کتب پر برہان میں ایک مضمون لکھنے کی فرمائش کی تو حکیم صاحب نے ازراہ کرم اُس کو منظور تو کر لیا گر دیکھیے یہ وعدہ

ٹرین سے روانہ ہوکر ۱۵ کی صبح کو ہم نینی تال پہنچے، اور نینی ہوٹل میں قیام کیا۔

نینی تال کی تاریخ

نینی تال اپنے خوبصورت مناظر کے اعتبار سے ہندوستان کے پہاڑوں میں نہایت ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ جو لوگ یورپ ہو آئے ہیں۔ کہتے تھے کہ سوئٹزرلینڈ اور کشمیر کے بعد ایسے مناظر کہیں نہیں ہیں لیکن یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ہندوستان کی اس ملکۂ حسن وجمال کا کھوج سب سے پہلے ایک انگریز نے ہی لگایا۔ ۱۸۱۵ء سے ۱۸۴۱ء تک برطانوی فوجیں الموڑہ آنے جانے میں نینی تال کے مشرق اور مغرب چند میل کے فاصلہ سے گذرتی تھیں لیکن اُن کو بھی معلوم نہیں تھا کہ اُن کی گذرگاہ سے چند میل دور ایک نہایت ہی خوبصورت تال ہے جس کو فطرت کی گلکاری کا ایک نقشِ بوقلموں کہا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے اس کا سُراغ ایک انگریز مسٹر بیرن (Barron) کو ملا جو ضلع شاہجہاں پور کا ایک سوداگر تھا۔ اس نے ۱۸۴۱ء میں دنیا کو اس سے باخبر کیا۔ ۱۸۴۳ء سے یہاں مکانات بننے شروع ہوگئے، سب سے پہلا مکان جو یہاں تعمیر ہوا بیرن کا ہی تھا، میں نے وہ خود نہیں دیکھا لوگ کہتے تھے کہ وہ اب بھی کلب پر موجود ہے ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد نینی تال صوبہ یوپی کے گورنر کا مصطاف (Summer Headquarters) بن گیا۔ ۱۸۶۲ء میں لفٹنٹ گورنر کا بنگلہ یہاں پہلی مرتبہ تعمیر ہوا۔ آج کل جس مقام پر ریمزے ہاسپٹل ہے وہ بنگلہ یہیں تھا۔ پھر ۱۹۰۰ء میں سر انتھونی مکڈانلڈ کے عہد گورنری میں موجودہ گورنمنٹ ہاؤس اور سکرٹریٹ کی عمارتیں بنیں۔

یہاں کے مناظر نہایت فرحت انگیز اور دل ودماغ کو تروتازگی بخشنے والے ہیں ان میں سب سے بہتر اور عمدہ منظر تال کا ہے جو چاروں طرف پہاڑیوں سے گھرا ہوا ایک وادی میں واقع ہے۔ اس کا طول کم وبیش ایک میل ہے، اس تال سے مشرقی جانب کا حصہ تلّی تال اور مغربی جانب کا حصہ مّلی تال کہلاتا ہے۔ زیادہ پُررونق آبادی شاندار عمارتیں، بڑی بڑی انگریزوں اور ہندوستانیوں کی دوکانیں اور اکثر وبیشتر بہترین انگریزی وہندوستانی ہوٹل ملی تال میں ہی ہیں تال کے ختم پر مغربی سمت

میں ایک بڑا میدان ہے جس کو فلیٹ (Flat) یا کرکٹ گراونڈس کے نام سے عموماً پکارتے ہیں یہاں جنوبی جانب میں ایک شاندار عمارت ہے جس میں کیپٹل نام کا نئے طرز کا ریسٹارنٹ بھی ہے، اور سینما گھر بھی شام کو یہاں اسکیٹنگ ڈانس ہوتا ہے اور غالباً ہفتہ میں ایک دو دن انگریزی ناچ ہوتا ہے۔ شام کے وقت یہ فلیٹ نینی تال کا مرکزی مقام تفریح بن جاتا ہے۔ ایک طرف دیکھیے تو ہاکی یا فٹ بال کھیلا جا رہا ہے۔ دوسری طرف انگریزی باجہ بج رہا ہے۔ تال میں کچھ لوگ ہیں جو کشتیوں پر سیر و تفریح کر رہے ہیں۔ جگہ جگہ بنچیں پڑی ہوئی ہیں، کچھ لوگ اُن پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں کچھ ٹہل رہے ہیں اور کہیں کہیں لوگوں کے جھتے ہیں کہ کھڑے ہوئے سرگرم گفتار ہیں۔

مغرب کے بعد جب رنگ برنگ کی روشنیوں کا انعکاس تال میں ہوتا ہے تو عجیب و غریب منظر نظر آتا ہے۔ بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جا بجا پانی کے نیچے قوس قزح نکلی ہوئی ہے اور پھر اگر چاندنی رات بھی ہو تو کچھ نہ پوچھیے۔ حُسن فطرت کی یہ شراب ارغوانی دو آتشہ بلکہ سہ آتشہ بن جاتی ہے۔ بل کھاتی ہوئی موجوں میں چاند کا عکس پڑتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا تال کی موجیں اپنی گود میں چاند کو جھکولے دے رہی ہیں اور سکون کے وقت محسوس ہوتا ہے کہ نرم نرم موجوں نے چاند کو لوریاں دے دے کر اپنی آغوش میں سُلا لیا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کی وہ امواج رقصاں سے چھیڑ چھاڑ لہروں کا طفلانِ شوخ و شنگ کی طرح آپس میں وہ کلیلیں کرنا اور چاروں طرف اونچی اونچی پہاڑیوں کا چاندنی کی سفید چادر کو اوڑھے ہوئے ایک ثابت قدم مردِ مجاہد کی طرح کھڑے رہنا، چاند کا موجوں کی آغوش میں یوں جھولے جھولنا، رات کی خاموش فضاؤں میں کہیں کہیں سے نغمۂ و سرود کی آواز کا آنا، پانی کی مستانہ روش سے ہلکے ہلکے ترنم کا پیدا ہونا۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جو دراصل غالب کی زبان میں جنت نگاہ و فردوس گوش ہیں، اور جو لمحات اِن جاں فروز مناظر کی رفاقت و معیت میں بسر ہوتے ہیں وہ بے شبہ حیات نشاط کی روح پر فتوح کہلانے کے مستحق ہیں۔ آدمی جب مادیت کے دامِ بلا میں گرفتار ہو جاتا

ہے تو وہ اپنی کم نظری کے باعث صرف اُن چیزوں کو سرمایۂ نشاط و سرور سمجھتا ہے جن سے گو تھوڑی دیر کے لیے جسمانی حظ ضرور حاصل ہو جاتا ہے لیکن نتیجۃً وہ اس کے لیے تعب و کسل اور شکستگی اعضاء کا سبب ہوتا ہے۔ حالانکہ اگر غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اصل شادمانی وہ ہے جس سے نظر کو جلاء، دل کو روشنی، روح کو قوت اور دل کو ناقابلِ زوال سرور حاصل ہو۔ لسان الغیب حافظِ شیراز نے

شرابِ لعل کش و روئے مہ جبیناں بیں ۔۔۔ خلافِ مذہب آناں جمالِ اینان بیں

کہہ کر جس "ضیافتِ چشم و لب" کی دعوت دی ہے، میرے خیال میں اس کا واقعی لطف اُس وقت تک ہی ہے جب تک کہ اُس کو دعوتِ شیراز کی حد تک محدود رکھا جائے۔ ورنہ اگر اس مائدۂ الوان و اطعمہ کو گرسنگی حرص و آز کی تکمیل کا ذریعہ بنالیا جائے تو اُس کا حقیقی لطف اور مزہ جاتا رہیگا اور غالباً اِسی بِنا پر کسی حکیم نے بجا کہا ہے: ذکرِ عیش بہ از عیش۔

نینی تال کا اطلاق دراصل ایک عظیم وادی پر ہوتا ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے ۶۳۵۰ فٹ ہے، اور خود چاروں طرف سے وہ اونچی اونچی چوٹیوں سے گھری ہوئی ہے، شمال میں چینا پیک (Cheina peak) ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے ۸۵۶۵ فٹ ہے۔ مشرق میں الماہل (Alma Hill) ہے جس کی اونچائی ۷۹۸۰ فٹ ہے، اس کے متصل ہی ایک اور چوٹی ہے جس کو "شیر کا ڈنڈا" بولتے ہیں اس کی بلندی ۷۸۶۹ فٹ ہے۔ چینا کے مغربی سمت میں "دیوپاٹا" (Deopata) کی چوٹی ہے جو ۷۹۸۹ سے ۷۹۸۹ فٹ تک بلند ہے، اس کے بعد آیر پاٹا چوٹی آتی ہے جس کی بلندی ۷۶۳۹ فٹ ہے لیکن ان سب چوٹیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، دلکش اور عجیب بہجت انگیز چینا پیک ہے یہاں سے ہمالیہ کے برف پوش اور دوسری اونچی اونچی پہاڑیاں مثلاً ننگوتری۔ کدار ناتھ، بدری ناتھ مع خوبصورت چوٹی نی کنٹا کے نظر آتی ہیں۔ ان کے علاوہ

کمٹ (Kamet) جس پر سب سے پہلے ۱۹۳۱ء میں ایف ایس اسمتھ چڑھا تھا، اور گوری پربت، ہاتھی پربت، نندا گھونتی۔ ترسول (جس کی بلندی ۲۳۴۰۶ فٹ ہے) نندا دیوی (۲۳۶۶۰ فٹ بلند) اور نندا کوٹ (۲۲۵۳۰) ان سب کا نظارہ دل و دماغ پر ایک عجیب کیف طاری کر دیتا ہے، اور ان کا پرہیبت شکوہ دیکھ کر زبان سے بے ساختہ نکل جاتا ہے۔

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت	کیا یہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیے
والی السماء کیف رفعت والی الجبال	گیے، اور آسمان کس طرح بلند کیے گئے اور پہاڑ کس
کیف نصبت[1]	طرح قائم کیے گئے۔

قرآن مجید میں پہاڑوں کو میخ (اوتاد) فرمایا گیا ہے۔ عام طور پر لوگ پہاڑوں کو میخ کہنے کی وجہ یہ سمجھتے ہیں کہ خیمہ کی طنابیں میخ سے بندھ جاتی ہیں تو خیمہ گرنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک جبال کو اوتاد کے ساتھ تشبیہ دینے کی دو وجہیں ہیں، ایک میخ کا زمین میں گڑ کر اپنی جگہ پر قائم رہنا، اور نہ ہلنا اور دوسری وجہ ہے میخ کا سطح زمین سے بلند و مرتفع ہونا۔ اور اگر آپ تمام کرۂ زمین کو ان فلک بوس پہاڑوں کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کرۂ ارض کی نسبت سے یہ پہاڑ اس قدر بلندی کے باوصف ایک میخ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

میں نینی تال کے ایک ماہ سات دن کے قیام میں ان تمام مناظر اور قدرت کی ان بے پناہ بخششوں سے خوب جی بھر کر لطف اندوز ہوا، بار بار غالب کا یہ شعر پڑھتا تھا:

---

[1] قرآن مجید میں ہی ان پہاڑوں کے خلق سے متعلق فرمایا گیا ہے:-
والقیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم — اور زمین پر بوجھ رکھ دیے کہ کہیں زمین تم کو لیکر جھک نہ جائے۔
زمین کی حرکتیں دو ہیں ایک دائمی اور دوسری اضطراری۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ زمین کے توازن کو قائم رکھنے کے لیے پہاڑ پیدا کیے گئے ہیں یہ فرمانا زمین کی حرکت دائمی کے منافی نہیں ہے۔ بڑے بڑے سائنسدان بھی اس کے معترف ہیں کہ اگر پہاڑ نہ ہوتے تو واقعی زمین اپنے توازن کو قائم نہیں رکھ سکتی تھی۔

بخشے ہے جلوۂ گل ذوق تماشا غالب چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

اِن نظارہائے فطرت کے علاوہ میں نے یہاں کے کالج اور گرجا گھر بھی دیکھے، پادریوں سے ملاقات کی، اور دیر تک اُن سے انگریزی میں گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ اُنھوں نے مجھ سے جس خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو کی، اور میرے سوالات کے جوابات دیے اُس پر میں اپنے دل میں احساس تشکر محسوس کرتا ہوں۔ علی الخصوص فلندر اسمتھ کالج کے پرنسپل صاحب کا دلی شکرگذار ہوں جنھوں نے خود تکلیف فرما کر مجھ کو کالج کی سیر کرائی۔ لڑکوں سے ملایا، اور دیر تک کالج کے طریق نظم و نسق اور طرز تعلیم و تربیت سے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ وہ لڑکوں کے ساتھ جس بے تکلفی اور شفقت کے ساتھ ملتے تھے اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ باپ ہیں اور تمام طلبا اُن کے فرزند ارجمند ہیں۔ اے کاش ہمارے موجودہ مدارس عربیہ بھی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کے اس طریقہ کو اختیار کریں تو طلبا میں علم کے ساتھ کیرکٹر بھی پیدا ہو جائے۔ اگرچہ پہلے ہمارے مدرسوں میں یہ چیز بہت نمایاں تھی اور اُستاذ اور طالب علم کا تعلق باپ بیٹے کے تعلق سے بھی زیادہ گہرا معلوم ہوتا تھا۔

نینی تال سے پہاڑی راستہ کے ذریعہ چار میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جس کو جیولی کوٹ کہتے ہیں۔ یہاں شہد کی مکھیوں سے متعلق تعلیم کا ایک کالج ہے۔ ایک روز میں اُسے دیکھنے گیا تھا، کالج کے پرنسپل ایک کشمیری پنڈت ہیں نہایت سادہ وضع اور خوش اخلاق ہیں، میں نے اُن سے ملاقات کی تو بڑے اخلاق سے پیش آئے شہد کی مکھیوں سے متعلق انگریزی اور فرنچ زبان کی جو کتابیں اُن کی لائبریری میں تھیں اُن میں سے اہم کتابیں اُنھوں نے دکھائیں اور بعض باتیں جو میں نے اُن سے دریافت کیں اُنھوں نے صاف اور شستہ اُردو میں سمجھائیں۔ اس کالج کے سال میں تین سشن ہوتے ہیں، تین ماہ کا کورس ہے جس میں شہد کی مکھی کے انواع و اقسام اور اُن کی حفاظت

تربیت کے طریقے بتائے جاتے ہیں۔ میں نے طلبارِ کالج کی معیت میں مکھیوں کے خانے بھی دیکھے مکھیوں کا نظام زندگی دیکھ کر مسلمانوں کی موجودہ بدنظمی اور اجتماعی روح کے فقدان پر مجھ کو بار بار افسوس ہوتا تھا۔

پرنسپل صاحب نے اپنی گفتگو میں بتایا کہ ہندوستان میں شہد کی مکھی کی قدر نہیں ہے ورنہ اگر اس کی صحیح طریقہ پر تربیت اور غور و پرداخت کی جائے تو اُس سے بہت کچھ تجارتی منافع حاصل ہو سکتے ہیں۔ میں نے پرنسپل صاحب سے کہا کہ قرآن مجید میں بھی شہد کی بڑی تعریف کی گئی ہے کہ اُس کو شِفَاءٌ لِّلنَّاس فرمایا گیا ہے جناب موصوف یہ سُن کر بڑے خوش ہوئے اور اُنہوں نے پوری آیت پڑھوا کر سُنی۔

---

۱۷ جون کی صبح کو مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی ندوۃ المصنفین کے حلقۂ محسنین و معاونین کی توسیع کے سلسلہ میں نینی تال پہنچ گئے، یہ دونوں حضرات جن کے اخلاص و محنت ہی میں دراصل ادارہ کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ سیر و تفریح کی غرض سے نہیں بلکہ ادارہ کے کام سے گئے تھے، اس لیے یہ صبح سے شام تک اس میں مصروف رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ہم خان بہادر شیخ عبدالقیوم صاحب اور آنریبل حافظ محمد ابراہیم صاحب وزیر یوپی گورنمنٹ کے فرزند اکبر جناب عزیز الرحمٰن صاحب کے دلی شکر گذار ہیں جن کی امداد و اعانت سے ادارہ کے حلقۂ محسنین و معاونین میں معتد بہ اضافہ ہو گیا۔ اس تقریب سے نواب حافظ سر احمد سعید خانصاحب آف چھتاری اور نواب محمد یوسف صاحب سابق وزیر یوپی، اور ڈاکٹر ایس ایم الٰہی صدر مسلم لیگ نینی تال سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ ہمیں یہ ظاہر کرنے میں مسرت ہوتی ہے کہ ان سب حضرات نے ادارہ کے کام کی تحسین فرمائی اور اُس سے بطیب خاطر وابستہ ہو گئے۔ ان حضرات سے مسائل حاضرہ کے بارہ میں بھی دیر تک مذاکرہ ہوا، خوشی کی بات ہے کہ اُنہوں نے بڑی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ مولانا عتیق الرحمٰن صاحب اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے دلائل کو سُنا اور اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی۔ ہمارے مختلف الخیال سیاسی لیڈروں میں اگر اسی سنجیدگی کے ساتھ